روداد

احمد معاویہ

شہیدوں اور غازیوں کے دیس میں عید

جمعرات کے دن افغانستان میں عید تھی، اس لیے صبح صبح نہا دھو کر نئی پوشاک پہن کر باہر نکلے تو سرکاری گاڑیاں ہمیں قندھار کی سب سے بڑی عید گاہ تک لے جانے کے لئے تیار تھیں۔ ہفت روزہ "ضربِ مومن" کا وفد جس میں محترم مفتی عبدالرحیم صاحب، استاذ الحدیث مولانا فضل محمد صاحب، مفتی محمد طاہر شاہ صاحب اور "ضربِ مومن" کے ادارتی رکن جناب عادل اور ایک دوسرے ساتھی شامل تھے جبکہ "نقیبِ ختمِ نبوت" کی نمائندگی کے لئے راقم بھی اس قافلہ میں شامل تھا۔ حرکتہ الانصار کے مرکزی کمانڈر مولانا عبدالجبار ہمارے ہمراہ تھے۔ گاڑیاں ہمیں سرکاری رہائش گاہ سے لے کر باہر نکلیں تو قندھار اور مضافات کے عوام ہجوم در ہجوم، بچے بوڑھے، نوجوان سب کا رخ ایک ہی جانب مرکزی عید گاہ کی طرف تھا جہاں آج امیر المومنین حضرت ملا محمد عمر مجاہد نماز پڑھانے والے تھے............ یہ کسی غلام ملک کے غلاموں کی عید نہ تھی بلکہ ایک آزاد ملک کی آزاد فضاؤں میں یوم عید منایا جا رہا تھا۔ ہر خورد و کلاں کے چہرے اس حقیقی خوشی و مسرت سے تمتما رہے تھے، کیا امیر و غریب، بچے بوڑھے، جوان سب کے چہروں کی سرخی اس بات کی غماز تھی کہ آج ان کی مسرت بیکراں ہے۔ انہیں حقیقی آزادی مل چکی ہے جس کے وہ طالب تھے۔ عین اسی سمے جب معصوم بچے اپنے والد کی انگلی تھامے عید گاہ کی جانب رواں دواں تھے۔ میرا ذہنی رشتہ آج سے اٹھارہ انیس برس قبل کی جانب پلٹ گیا۔ تب وقت کے ایک ظالم و جابر اور شیطان صفت ملک جسے دنیا روس کے نام سے جانتی ہے نے اچانک افغانستان جیسے غیور و جسور ملک پر حملہ کر دیا اور آن کی آن میں پورے ملک پر قبضہ کر لیا۔ وہ گرم پانیوں تک پہنچنا چاہتا تھا، اس کا خیال تھا کہ وہ سب کچھ خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائے گا۔ اور خلیج کے گرم پانیوں پر قبضہ کر لے گا۔

روسی فوجوں نے ظلم و ستم کی وہ تاریخ رقم کی کہ ہلاکو اور چنگیز بھی ان کے سامنے شرما جائیں، افغانوں کو کئی کئی سو کی تعداد میں ایک لائن میں کھڑا کر کے گولیوں سے اڑا دیا جاتا۔ والدین کے سامنے عفت مآب بچیوں کی آبرو ریزی کی جاتی اور پھر انہیں گولی سے شوٹ کیا جاتا، بستیوں کی بستیاں صفحہ ہستی سے مٹا دی گئیں۔ افغانستان میں جا بجا ایسے کھنڈرات دیکھنے کو ملتے ہیں جہاں کبھی خاندان آباد تھے۔ آج ان بستیوں کی گرتی دیواریں ماضی کی کہانی زبانِ حال سے کہہ رہی ہیں۔ ان ظالم روسیوں کے مقابلے میں نہتے افغانوں نے کلہاڑوں، ڈنڈوں، تلواروں اور غلیلیوں کی مدد سے روسی استبداد کے مقابلے

کی ابتدا کی۔ یہ افغانوں کی استقامت اور پامردی تھی کہ دنیا نے پھر وہ دن دیکھا کہ روس جسے اپنی طاقت پر بڑا گھمنڈ تھا، یوں تتر بتر ہوا کہ اپنا وجود برقرار رکھنا اسے مشکل ہو گیا۔

افغانوں کی قوت ایمانی سے روسی استعمار بھاگ گیا مگر اب برسوں کی چھپی ہوئی خواہشات نے سر اٹھا لیا جو بڑے بڑے افغان لیڈروں اور کمانڈروں کے سروں میں سمائی ہوئی تھیں، ہر کمانڈر کی خواہش تھی کہ وہ دوسرے کے علاقے کو ہڑپ کر جائے اور ہر بڑے لیڈر کی تمنا کہ وہ کابل کا تخت نشین ہو۔ اسی کشمکش میں افغانستان کے شہر ایک مرتبہ پھر کھنڈرات میں تبدیل ہونے لگے۔ عوام کا جینا اپنوں کے ہاتھوں دوبھر ہو گیا۔ لوگ ان لیڈروں اور کمانڈروں کی بربادی کی دعائیں مانگنے لگے۔ پھر شاید ان لوگوں کی آہیں، سسکیاں اور دعائیں اللہ کے حضور منظور ہوئیں اور قندھار کی ایک نواحی بستی سے "ملا عمر نام" کا ایک نجات دہندہ اٹھا۔ اس نے ظالم کمانڈروں سے حق حکمرانی چھینا اور اللہ کی سرزمین پر اللہ کی نازل کردہ شریعت کو نافذ کیا، عوام کو ڈاکوؤں چوروں، اچکوں سے تحفظ فراہم کیا، اپنے زیر قبضہ علاقوں میں امن اور سکون قائم کیا، پھر آہستہ آہستہ ملا عمر کے قدم بڑھنے لگے، لوگ اس مجاہد کے مطیع ہونے لگے......مگر یہ سب اچانک اور فوراً نہیں ہو گیا۔ اپنے ملک میں اسلام کے نفاذ کے لئے اس اللہ کے بندے کو ایک ایک قدم پر کئی ساتھیوں کی قربانیاں پیش کرنا پڑیں۔ قدم قدم پر ایسے ایسے دلخراش، اذیت ناک حالات پیش آئے اور دشمن کے ایسے سفاکانہ مظالم سامنے آئے کہ بڑے سے بڑے اولوالعزم انسان کے قدم اکھڑ جائیں۔ ان طالبانِ حق و صداقت اور مجاہدینِ راہ حق کو مسعود اور دوستم کے کمیونسٹ فوجیوں نے اس طرح شہید کیا کہ مجاہدین کی ٹانگوں کو دو جیپوں کے ساتھ علیحدہ علیحدہ باندھ دیا جاتا اور گاڑیوں کو مخالف سمتوں میں دوڑا دیا جاتا۔ اس طرح محض اعلاء کلمۃ اللہ کی پاداش میں ان کے زندہ جسموں کو چیر کر دو لخت کر دیا گیا۔ حزب وحدت کے جنونی رافضیوں نے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ دیرینہ بغض و عداوت کی آتش یوں ٹھنڈی کی کہ مزار شریف میں دروازہ بلخ کے قریب زراعت کے علاقہ میں واقع اپنے قائد عبدالعلی مزاری کے مقبرے پر طالبان قیدیوں کو لے جایا جاتا انہیں قبر کے قریب کھڑا کر کے وحشیانہ انداز میں نعرے لگاتے، مزاری کی قبر کو مخاطب کر کے کہتے! مزاری بتاؤ!...... تمہاری روح کیسے قرار پائے گی؟...... کیا ہم ان کے ناک کاٹ دیں؟...... کان کاٹ دیں؟...... آنکھیں نکال دیں...... پھر مجنونوں کی طرح رقص کرتے ہوئے ان زندہ انسانوں کے اعضاء کاٹ کر پھینک دیئے جاتے۔ اس پر بھی حسن بن صباح اور مختار ثقفی کی اس خبیث اولاد کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوتا تو قدیم زمانے میں زندہ انسانوں کو دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھانے کی رسم کے اتباع میں ان بریدہ وجود مظلوم طالبان کو مزاری کی پختہ قبر پر لٹا کر ذبح کر دیا جاتا......چہار آسیاب، شبرغان و دشتِ لیلیٰ،

پروان وچار یکار اور مزار شریف کے کوہ و دمن اور بلند و بالا فصیلوں والی جیلیں طالبان قیدیوں اور شہداء کی مخفی داستانیں پکار پکار کہہ رہی ہیں کہ وہ کونسا ظلم اور جبر ہے جسے طالبان پر آزمایا نہیں گیا۔ عربی کا شعر ہے

دین تشیده الجماجم والدم

تتهدم الدنيا ولا يتهدم

دین، وہ دین جس کی جڑوں میں خون اور ہڈیوں کی کھاد ڈالی جاتی ہے پوری دینا زیروزبر ہوجائے وہ دین کبھی نہیں مٹ سکتا۔ طالبان نے شجر اسلام کو تناور کرنے کیلئے خون کا پانی اور ہڈیوں کی کھاد ڈالی۔ میں انہی خیالات میں مگن تھا کہ اچانک مولانا عبدالجبار نے کہا اتریے عید گاہ آگئی۔ بھیگی آنکھوں کے ساتھ باہر نظر دوڑائی تو حد نگاہ تک پگڑیوں اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مزین چہروں کی فصل بہاراں دکھائی دی جلد ہی ہمیں نماز عید کے لیے طالبان حکام کے مخصوص حلقے میں لیجایا گیا۔ جس کے چاروں طرف کلاشنکوفوں سے مسلح پہریدار پوری مستعدی سے اپنی ڈیوٹی سرانجام دے رہے تھے۔ آج یہاں عالمِ اسلام کے "عظیم دہشت گردوں" کا اجتماع تھا، ایک سے بڑھ کر ایک بڑا "دہشت گرد" آتا اور جہاں خالی جگہ ملتی بیٹھ جاتا۔ افغان وزیر خارجہ ملا محمد حسن، وزیر اطلاعات امیر متقی خان والیٔ قندھار ملا محمد حسن رحمانی وزیر اوقاف و حج مفتی محمد معصوم، ملا عبدالجلیل اور دیگر "بڑے بڑے دہشت گرد" جو یورپ و امریکہ کی آنکھ میں خار بن کر کھٹکتے ہیں چلے آرہے تھے۔ ہاں ایک بہت بڑے دہشت گرد کی آمد باقی تھی یہ دہشت گرد ہے سب پہ بھاری، جس سے پورا عالم کفر سخت لرزہ براندام، جس کا نام سنتے ہی یورپ کی پتلونیں ڈھیلی ہونے لگتی ہیں وہ نام ہے

"امیر المومنین ملا محمد عمر مجاھد المتوکل علی اللہ الاکبر"...... تھوڑی دیر میں وہ بھی پہنچ گئے مگر یوں کہ نہ ہٹو بچو کی صدا، کوئی امتیازی شان، نہ تکبر وغرور کا نام ہاں!.... عاجزی ہی عاجزی، انکساری ہی انکساری، شاید چار ساڑھے چار لاکھ کے اس مجمع میں اس سے زیادہ منکسر اور عاجز انسان نہ ہوگا۔ آئے تو یوں کوئی اندازہ بھی نہ کر پائے کہ یہ امیر المومنین ہیں، بیٹھے تو یوں کہ جیسے کسی استاذ کے سامنے نہایت ہی باادب اور شریف شاگرد بیٹھا ہو، ایسا بے ضرر انسان، جس سے امریکہ یوں خوف زدہ ہے جیسے گیدڑ شیر سے۔

صَدَقَ رسول الله صلى الله عليه وسلم من تواضع لله رفعه الله

جو انسان محض اللہ کی رضا کے لئے تواضع اختیار کرے اللہ اسے اسی طرح رفعت و بلندی عطا فرماتے ہیں۔ جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے استاذ الحدیث مولانا فضل محمد نے حضرت امیر المومنین کی موجودگی میں پشتو زبان میں ولولہ انگیز خطاب فرمایا، جس کا ماحصل تحریض علی الجہاد اور مغربی استعمار کا

مقابلہ تھا۔ مولانا کا خطاب پشتو زبان میں ہونے کے باوجود دل چاہ رہا تھا کہ خطاب کچھ دیر اور جاری رہے۔ مگر انہوں نے جلد ہی ختم کر دیا۔ مولانا کے خطاب کے بعد حضرت امیر المؤمنین کی جانب سے اہل اسلام کے نام ان کا خصوصی پیغام پڑھا گیا۔ یہ پیغام ایک اسلامی فلاحی یاست کے فرمانروا کا تھا نہ کہ امریکہ کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے والے کسی صدر یا وزیراعظم کا روایتی عیدی پیغام! آپ بھی پڑھیے.........

مسلمانان ہم وطن!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

سب سے پہلے آپ تمام بھائیوں کو رمضان المبارک اور عیدالفطر اور امارت اسلامیہ افغانستان کے اسلامی اقدامات پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ آپ کی تمام فرض و نفل عبادت قبول فرمائے۔ عید کے ایام اللہ کی رحمت، برکت اور خوشی کے دن ہیں اس خوشی میں شریک تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ مفلسوں، غریب پڑوسیوں اور خاص طور پر بیواؤں اور یتیموں کو بے سہارا نہ چھوڑیں۔

مسلمانو! اس دنیا میں آنے کا اصل مقصد اسلام اور اہلِ اسلام کی خدمت ہے نہ کہ کرسی، منصب اور عزت، یاد رکھو! کتنے ہی لوگ رسوا ہو گئے جنہوں نے کرسی اور جاہ کو اپنے دل میں جگہ دی، آئندہ بھی اگر کوئی جاہ اور منصب کا خیال لائے گا تو وہ گمراہ اور رسوا ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کو صرف دین وراثت میں ملا ہے نہ کہ محض کرسی اور منصب۔ مسلمان بھائیو! آج افغانستان کے ایک بڑے حصے میں اسلامی نظام حاکم ہے جس کی وجہ سے تم اطمینان اور خوش حالی کی عید گذار رہے ہو۔ اس موقع پر ان مظلوم مسلمانوں کو مت بھولو جو مختلف علاقوں میں ظالموں کے زیر تسلط ہیں اور اپنی جان مال اور عزت کے دفاع کی طاقت نہیں رکھتے۔ تم اس موقع پر ان مظلوم مسلمانوں کی مدد کرنے کا عہد کرو۔ میں اس مبارک موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان تمام لوگوں کو جو مختلف مجبوریوں یا ظالموں کے دباؤ کی وجہ سے امارت اسلامی کے مقابل مختلف دھڑوں کی صفوں میں ابھی تک شامل ہیں۔ عقلِ سلیم کی طرف دعوت دیتا ہوں تا کہ وہ بغاوت سے ہاتھ کھینچ لیں اور اسلام وملت کی خدمت کے لئے کمر باندھ لیں

آخر میں ایک بار پھر مبارک باد دیتے ہوئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب کو نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام: خادم الاسلام والمسلمین

ملا محمد عمر مجاہد

کتنا سادہ اور پُر خلوص پیغام ہے، الفاظ کی مینا کاری ہے نہ رعایت لفظی۔ لیکن ایک ایک لفظ دل میں اترتا چلا جاتا ہے۔ اس پیغام کے بعد ایک ملا صاحب نے نمازِ عید کی ترتیب اور نیت کے متعلق

عوام کو آگاہ کیا- چند لمحوں بعد پورا مجمع حضرت امیر المؤمنین کی اقتدا میں نماز عید پڑھنے کے لئے رو بقبلہ کھڑا تھا- حضرت امیر المؤمنین نے نماز شروع کی، اللہ اکبر کہتے ہوئے نماز کیلئے ہاتھ بلند کئے اہل اسلام کا ایک شرعی امام و حکمران صدیوں بعد اللہ کی حمد و ثنا اور کبریائی کا اعلان کر رہا تھا، قیام، رکوع و سجود میں وہ خشوع خضوع نصیب ہوا کہ بیان سے باہر ہے- جب اللہ وحدہ لاشریک کی بڑائی کا اعلان کرتے ہوئے سجدہ میں گئے تو محسوس ہوا یہ سجدہ فرش پر نہیں عرش پر ہو رہا ہے........ آج ہماری خوشی انتہا پر تھی اور مسرت بیکراں آج وہ سجدے نصیب ہوئے جن کی تمنا کرتے ہوئے بہت سے لوگ عالم آخرت کو سدھار گئے- آزاد ملک کی آزاد فضاؤں میں مسلمانوں کے شرعی امیر و حکمران کی اقتداء میں، مجاہد و غازی اور شہدا کے والدین کی معیت میں........ کتنے ہی لوگ ہوں اس مجمع میں........ کسی کا بیٹا شہید ہوا ہو گا تو کسی کے باپ نے اللہ کی راہ میں جان قربان کی ہو گی- یا کسی کے بھائی اور کسی پاکباز خاتون کے شوہر نے ایسے ہی اسلامی معاشرہ کے قیام کیلئے راہ حق میں اپنی جان وار دی ہو گی .... آج دل چاہا.........

آج سجدوں کی انتہا کر دوں
شوق مٹ جائے، یا جبیں نہ رہے

نماز عید کے بعد خطبۃ الفطر پڑھا گیا اور اس کے بعد دعا ہوئی....... پھر وہی روایتی خوشی کا اظہار، ہر چھوٹا بڑے کے گلے مل رہا ہے اور بڑا چھوٹے سے عید مل رہا ہے- ایک دوسرے کو تہنیت و مبارک باد پیش کی جا رہی ہے-

محترم مُلاّ عبد الجلیل نائب وزیر خارجہ نے وعدہ کر رکھا تھا کہ نماز عید کے بعد حضرت امیر المؤمنین سے ان کے مرکزی دفتر میں ملاقات کرائی جائے گی..... نماز عید کے بعد رش کچھ تھما تو امیر المؤمنین کے دفتر کی جانب روانہ ہوئے، وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ ابھی عید ملنے والوں کا بہت رش ہے اس لئے کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد ملاقات کیلئے آئیں گے- چنانچہ ایسا ہی ہوا ہم واپس اپنی رہائش گاہ پر چلے گئے- کھانا وغیرہ تناول کیا، اس کے بعد ابھی تھوڑا آرام کیا ہی تھا کہ ملا عبد الجلیل کی طرف سے بلاوا آ گیا کہ ملاقات کیلئے پہنچ جائیں چنانچہ جلدی سے ہم گاڑی میں سوار ہوئے اور حضرت امیر المؤمنین کے فتر کی جانب چل پڑے....... جس عمارت میں حضرت امیر المؤمنین اور والیٔ قندھار ملا حسن رحمانی کے دفاتر ہیں خیال ہے کہ یہ عمارت مشہور افغان فرمانروا احمد شاہ ابدالی کے دور کی ہے- بہر حال یہاں پہنچ کر جناب ملا عبد الجلیل کی معیّت میں اس عمارت کی مختلف راہداریوں اور دروازوں کو عبور کرتے ہوئے ایک احاطہ میں پہنچے، اس احاطے کے ایک کونے میں (گھاس پھوس) کا بنا ہوا ایک چھپر نظر پڑا، مولانا عبد الجبار صاحب نے بتایا کہ یہاں حضرت امیر المؤمنین گرمیوں کے موسم میں تشریف رکھتے

ہیں.........پٹ سن اور (گھاس پھوس) کے بنے ہوئے اس چھپر پر گرمیوں میں پانی کا چھڑکاؤ کر دیا جاتا ہے جس سے گرمی کی حدت کم ہو جاتی ہے، امیر المؤمنین یہیں بیٹھتے ہیں اور امور مملکت انجام دیتے ہیں۔ چلتے چلتے عمارت کے ایک دالان میں پہنچے جس کے ایک طرف حجرہ نما کمرے کا دروازہ کھلتا تھا، ملا عبدالجلیل پہلے کمرہ میں داخل ہوئے اور حضرت امیر المؤمنین کو پاکستانی وفد کی آمد کی اطلاع کی، پھر ہمیں داخل ہونے کا اشارہ کیا۔ کمرے میں داخل ہوئے تو کہیں شاہانہ کروفر نظر آیا نہ حاکمانہ رعب داب، ایک نشست پر حضرت امیر المؤمنین تشریف فرما تھے تو دوسری جانب حضرت امیر المؤمنین کے چچا مولوی محمد انور بیٹھے تھے۔ جنہوں نے امیر المؤمنین کے والد گرامی کی وفات کے بعد بچپن میں انہیں پرورش کیا، تربیت و تعلیم دلائی، افغانستان کے ۲۲ صوبوں کا حکمران، اور کروڑوں مسلمانوں کے دلوں میں بسنے والا ملا محمد عمر اپنے باپ بجا چچا کے سامنے نہایت مؤدب ہو کر بیٹھا تھا ہم اس حجرہ میں داخل ہوئے (حجرہ اس لئے کہ یہ چھوٹا سا کمرہ جس کا ماحول اتنا سادہ تھا کہ اس پر کسی مولوی کے حجرہ ہونے کا ہی گمان ہو رہا تھا) حضرت امیر المؤمنین وفد کے تمام ارکان سے نہایت شفقت و محبت سے ملے، معانقہ و مصافحہ کے بعد تمام احباب ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔ محترم ملا عبدالجلیل صاحب نے ہماری ترجمانی کی پرسش حال احوال کا تبادلہ ہوا۔ جناب مفتی عبدالرحیم نے "ادارہ الرشید ٹرسٹ" کی جانب سے ۲۰ لاکھ کی خطیر رقم حضرت امیر المؤمنین کی خدمت میں پیش کی کہ طالبان کے ترقیاتی اور فلاحی کاموں میں جہاں چاہیں خرچ کریں۔

چند منٹ بیٹھنے کے بعد دعا کی درخواست کی گئی اس کے بعد اجازت لے کر باہر نکل آئے......... واپسی پر ایک بار پھر حضرت امیر المؤمنین نے تمام حضرات سے پہلے کی طرح معانقہ و مصافحہ کیا، اور ہمیں رخصت کیا۔

گذشتہ سال جب عید الفطر کے بعد کابل گیا تو طالبان کے مرکزی وزیر اطلاعات جناب امیر خان متقی سے انٹرویو بھی کیا، جو نقیب ختم نبوت کے صفحات کی زینت بن چکا ہے۔ انٹرویو کے بعد میں نے اپنی ڈائری ان کے سامنے رکھدی کہ اس پر آٹوگراف دیدیں۔ انہوں نے ایک پشتو شعر لکھ کر دستخط کردیئے، شعر تھا

لارکه هر خومره ابزده وی ته خوځیږه

هغه کس پراه ته رسی چه کنبئی نه

ترجمہ: رستہ خواہ جتنا بھی طویل ہو اپنا سفر جاری رکھو، وہی شخص منزل پر پہنچتا ہے جو اپنا سفر جاری رکھتا ہے۔

بقیہ ص ۳۰ پر